ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

اسلام کا سیاسی نظام اور عصر حاضر کے تقاضے پاکستانی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Political System of Islam and Contemporary Demands Analytical Study in Pakistani Context

Mr.Hafiz Muhaammad Amar
PhD Research scholar ,Department of Islamic Studies ,LLU
Dr.Muhammad Iqbal
Chairperson, Department of Islamic Studies ,LLU
Mr.Abdul Wahid
PhD Research scholar ,Department of Islamic Studies ,LLU

Abstract
It is a self-evident fact that in Islam there is no concept of monasticism and detachment from the world, rather Islam is a universal system of religion and law of life, which is related to every individual and collective sphere of life, and any sphere of life. No corner is outside the boundaries of Islamic teachings. The Messenger of Allah ﷺhas provided rich guidance for every field of life through his words and deeds. Living life keeping them in front is the guarantee of the success and prosperity of the religion and the world.The comprehensive teachings of the Holy Prophet ﷺ, where they provide the best plan of action for other areas of life, also provide eternal instructions regarding the running of the country's system, governance and politics. can come out, but can attain an exemplary position in front of the world by setting high goals of development.

Keywards: Political System ,Islam , Pakistan ,Contemporary Issues

یہ واضح حقیقت ہے کہ اسلام میں رہبانیت اور دنیا سے لاتعلقی کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ اسلام ایک ہمہ گیر نظام کا حامل مذہب اور قانونِ حیات ہے، جس کا تعلق زندگی کے ہر انفرادی اور اجتماعی شعبے سے ہے، اور زندگی کے کسی بھی شعبے کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات کے حدود سے باہر نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے زندگی کے ہر شعبے کے لئے راہنمائی کا بھرپور سامان فراہم کیا ہے۔ جنہیں سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارنا دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی کا ضامن ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی جامع تعلیمات جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کے لئے بہترین لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں وہیں ملکی نظام چلانے، حکمرانی اور سیاست کے حوالے سے بھی ابدی ہدایات فراہم کرتی ہیں، جن پر عمل کرنے سے نہ صرف امتِ مسلمہ مسائل سے نکل سکتی ہے، بلکہ ترقی کے اعلیٰ منازل طے کر کے دنیا کے سامنے ایک مثالی حیثیت قائم کر سکتی ہے۔

جب سے مسلمان سیاسی طور پر زوال پذیر ہو چکے ہیں تب سے مسلمانوں نے معاملات اور ملکی وقومی مسائل جیسے اہم شعبوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور بہت سارے لوگوں نے اسلام کو عقائد وعبادات تک محدود کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے مسلمان بحیثیتِ قوم مزید پستی اور زوال کے شکار ہیں۔

قرآن کریم میں لفظ سیاست تو نہیں البتہ ایسی بہت سی آیتیں موجود ہیں جو سیاست کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں، بلکہ قرآن کا بیشتر حصّہ سیاست پر مشتمل ہے، مثلاً عدل وانصاف، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مظلوموں سے اظہارِ ہمدردی وحمایت، ظالم اور ظلم سے نفرت اور اس کے علاوہ انبیاؑ اور اولیاؒ کرام کا اندازِ سیاست بھی قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

وقال لہم نبیّہم انّ اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً، قالوا انّی یکون لہ الملک علینا و نحن احق بالملک منہ ولم یوت سعة من المال قال انّ اللہ اصطفہ علیکم وزادہ بسطة فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشآء واللہ واسع علیم [1]

[1] البقرہ2:247۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو حاکم مقرر کیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح حکومت کریں گے۔ ان کے پاس تو مال کی فراوانی نہیں ہے۔ ان سے زیادہ تو ہم ہی حقدار حکومت ہیں۔ نبی نے جواب دیا کہ انھیں اللہ نے تمھارے لیے منتخب کیا ہے اور علم و جسم میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دے دیتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی"

اس آیت سے ان لوگوں کے سیاسی فلسفہ کی نفی ہوتی ہے جو سیاست مدار کے لیے مال کی فراوانی وغیرہ کو معیار قرار دیتے ہیں، سیاستمدار کے لیے ذاتی طور پر "غنی" ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اسے عالم و شجاع ہونا چاہیے

حالانکہ مسلمان حکمرانوں اور سیاستدانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کے لئے کردار ادا کریں اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے ہر ممکن کاوشیں کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے امتِ مسلمہ کو جسدِ واحد قرار دیتے ہوئے ان کی خوشی و غمی کو ایک قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

المؤمنون كرجل واحد إن اشتكى رأسه تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر[2]

ترجمہ: سارے مسلمان ایک جسد کی طرح ہیں جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا[3]

ترجمہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت (کی اینٹ) کی طرح ہے جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی سیرت اور عمل سے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے ہر ممکن اقدامات اٹھائے ہیں۔ اور ہر اس عمل سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تلقین فرمائی جو مسلمانوں کے اتفاق میں مُخل ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لولا حداثة عهد قومك بالكفر لنقضت الكعبة، ولجعلتها على أساس إبراهيم، فإن قريشا حين بنت البيت استقصرت، ولجعلت لها خلفا[4]

ترجمہ: اگر آپ کی قوم (قریش) کا کفر چھوڑنے کا عرصہ قریب نہ ہوتا (یعنی وہ اب قریب ہی اسلام لائے ہیں) تو میں خانہ کعبہ کو ڈھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بنالیتا، کیونکہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو اخراجات کی کمی کے باعث اس کو پورا نہ بنا سکے، اور میں پچھلی جانب سے اس کا دروازہ بنالیتا۔

اسلام کا سیاسی نظام دراصل ایک ایسا نظام حکومت ہے جو اللہ کے دیے ہوئے قوانین اور اصولوں کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اس نظام میں بنیادی اصول یہ ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہے اور تمام قوانین اور حکومتی فیصلے قرآن و سنت کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اسلامی سیاسی نظام کا بنیادی مقصد انصاف، مساوات، اور عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنانا ہے۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ جب بھی کوئی نیا نظام نافذ کرنا ہوتا ہے تو اس کے لیے پہلے ایک ایسی ٹیم تیار کی جاتی ہے جو نہ صرف اس نئے نظام کی جزئیات سے آگاہ ہو؛ بلکہ اس پر غیر متزلزل یقین بھی رکھتی ہو۔ اسی بنیادی اصول کے پیشِ نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل عرصہ مکہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے گزارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتھک کوششوں کی وجہ سے اچھا خاصا طبقہ مسلمان ہو گیا؛ مگر ابھی ایک ضرورت باقی تھی یعنی ایسا خطۂ زمین جہاں کی آبادی مکمل طور پر یا اکثریت اس نظام کے قبول کرنے پر تیار ہو؛ اس لیے مکہ میں اکثریت غیر مسلموں کی تھی، ایسی حالت میں اسلامی نظام قانون کا نفاذ بے اثر ہو کر رہ جاتا۔

---

[2] القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح للمسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، رقم الحدیث 6588, (المتوفی: 261-)

[3] البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح البخاری، کتب المظالم، باب نصر المظلوم، رقم الحدیث 2446۔

[4] القشری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح للمسلم رقم 2585، ج4، ص1999

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی، دوسرے لفظوں میں ریاست کے لیے سیکریٹریٹ قائم کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ معاشرے کے معاشی مسائل کے حل کو اوّلیت دی گئی۔ ایک طرف ریاست میں ہنگامی حالت تھی تو دوسری طرف انصارِ مدینہ تھے جن میں متوسط بھی تھے اور کافی مالدار بھی۔ ہمارے ہاں بھی ایک طبقہ معاشی ظلم کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہے اور دوسرا طبقہ کافی متمول ہے۔ ایسی حالت میں محسن انسانیت نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنادیا۔ ایک ٹیم موجود تھی جو اسلامی فلاحی نظام پر پختہ یقین رکھتی تھی۔ اس ٹیم میں شامل لوگوں نے ایک دوسرے کے لیے قربانیاں دیں اور اس طرح دو طبقوں میں جو غیر معقول معاشی فرق تھا، وہ ختم ہو گیا۔

نظام کی تعریف:

نظام ایسے طریقہ کار کو کہتے ہیں جس میں کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مخصوص اصولوں کے تحت کام کیا جائے، مختلف مقاصد کے لئے مختلف قسم کے نظام ہوتے ہیں مثلا نظام تنفس، نظام انہضام، نظام حکومت، نظام معیشت، نظام معاشرت نظام تعلیم وغیرہ

نظام کا مقصد:

کسی بھی نظام کا مقصد کسی بھی عمل کی کارکردگی کو بہتر بنانا ہوتا ہے یعنی یہ حل نکالنا کہ ان پٹس کو کن طریقوں سے ڈالا جائے کہ آوٹ پٹس بہترین ہوں جائیں۔

نظام کی کارکردگی:

کسی بھی نظام کی کارکردگی کی بہتری کا انحصار اس نظام کے لئے وضع کئے گئے اصولوں کے بہترین ہونے پر ہو گا اور ان اصولوں کی بہتری کا انحصار اسکے بنانے والے کے علم اور معلومات پر ہو گا کہ اس نظام سے متعلقہ معاملات کو کس حد تک جانتا ہے یعنی نظام وضع کرنے والا کسی مسئلہ کے بارے جتنی زیادہ معلومات رکھے گا اتنا ہی کسی مسئلہ کے لئے وہ بہترین نظام وضع کر سکے گا مثلاً کسی چوراہے پر اشاروں کی ٹائمنگ کو متعین کرنے والا اس جگہ ٹریفک کے بہاؤ سے جتنا واقف ہو گا اتنا بہترین پلان وہ بنا سکے گا اسی طرح وہ ذات جو انسان کے متعلقہ کسی نظام کو بنائے تو اسکے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ اس انسان کی رگ رگ سے واقف ہو۔

اسلام کے سیاسی نظام کی کچھ اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1 . **حاکمیت اللہ کی ہے:** اسلام میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسانوں کو اس دنیا میں اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے خلیفہ (نائب) بنایا گیا ہے۔

2 . **شورائیت** (مشورہ): اسلامی سیاسی نظام میں حکومتی معاملات اور فیصلے مشورے کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔ یہ مشورہ حکومتی معاملات میں عوام اور ماہرین کی رائے کو اہمیت دیتا ہے۔ قرآن میں " وامرہم شوریٰ بینہم[5]" (آپس میں مشورہ) کی تعلیم دی گئی ہے۔

3 . **عدل وانصاف:** اسلامی نظام کا ایک اہم اصول عدل وانصاف ہے۔ حکمران کا فرض ہے کہ وہ معاشرتی اور اقتصادی عدل کو یقینی بنائے اور ہر شخص کو اس کا حق دے۔

4 . **خلافت:** خلافت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں خلیفہ، جو حکمران ہوتا ہے، اللہ کے احکام کو نافذ کرنے اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتا ہے۔ خلیفہ کو عوام کے سامنے جوابدہ ہونا چاہیے اور وہ خود مختار نہیں ہوتا بلکہ قرآن وسنت کی حدود میں رہ کر فیصلے کرتا ہے۔

5 . **قانون کی بالادستی:** اسلامی نظام میں قانون کی بالادستی ہوتی ہے، اور حکمران سمیت تمام افراد قانون کے تابع ہوتے ہیں۔ کوئی بھی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جا سکتا۔

6 . **حقوق وفرائض:** اسلامی سیاسی نظام میں حقوق اور فرائض کو متوازن کیا جاتا ہے۔ ہر شخص کو معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی واضح کیے جاتے ہیں۔

7. خود مختاری: اسلام میں کوئی بھی حکمران مطلق العنان نہیں ہوتا، بلکہ وہ عوام کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ عوام کو حق حاصل ہوتا ہے کہ اگر حکمران اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی کرے تو اسے تبدیل کر سکیں۔

---

[5] الشوریٰ 38:42

اسلام میں امیر یا سردار یا صدر ریاست کی حیثیت نہایت بلند اور مثالی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم عوام کا معیار اپنے سردار یا اپنے امیر کے بارے میں نہایت مثالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا تھا۔ جب وہ اپنے حاکم کو اس معیار پر پورا اترتے نہیں دیکھ پاتے تو ان کی دل شکنی ہوتی ہے' یہ مرحلہ پوری امت مسلمہ کے لئے پریشانی اور اضطراب کا سبب بنتا ہے' اسلام میں امیر یا سردار پر ریاست و حکومت کا نظم و نسق اور امن و امان کا قیام' رعایا کی فلاح و بہبود اور دین اسلام کے تحفظ کی تمام تر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ملک کی سرحدوں کا تحفظ کرے۔ ملکی سیاسی اور معاشی مسائل کا حل پیش کرے' اسے پوری ملت کا ہمہ جہتی ترجمان ہونا چاہئے اور دین اسلام کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا چاہئے لیکن ان اختیارات کے باوجود اس کی حیثیت کبھی ایک آمر کی نہیں ہوتی۔ وہ ایک اسلامی اور جمہوریت ریاست کا سربراہ ہوتا ہے۔ وہ شریعت کے مطابق حکومت کرتا ہے' احکام الٰہی کا سختی سے پابند ہوتا ہے۔ وہ سربراہ ریاست اسی وقت رہ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ شریعت کے قوانین پر عمل پیرا ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی تمہیں انصاف کا حکم دیتا ہے[6]

ایک اور جگہ فرمایا ہے" اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝

ترجمہ: بیشک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو' اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے[7]

جب لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کرو تو انصاف سے کیا کرو[8]۔ "حضور اکرم کا فرمان ہے کہ کوئی شخص ایسا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمرانی عطا فرمائی ہو اور وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا ہو کہ اپنی رعایا سے خیانت کرتا رہا ہو اور بے لوث خدمت و خیر خواہی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر قیامت کے دن جنت کی خوشبو حرام کر دیں گے[9]۔ مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ اسلام نے کسی بھی نظام حکومت کے تعین کے سلسلے میں حتمی نقشہ ہمیں نہیں دیا بلکہ بسیط وضوابط دیئے ہیں۔ ان کے آئینے میں ہمیں دستور مرتب کرنا ہوتا ہے۔ رسول مقبول اور خلفائے راشدینؓ کی روشن مثالیں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور ہم اپنے زمانے کے تقاضوں کو اس مشعل کی روشنی میں پورا کر سکتے ہیں۔

پاکستان کا مطالبہ اسلام کے لئے کیا گیا تھا اور اسلام ہی سے انحراف نے پاکستان کو تباہ کیا ہے۔ جب انسانوں پر مصیبت آتی ہے تو ان میں رجوع الی اللہ.... کا داعیہ بیدار ہوتا ہے اور اصلاح احوال کا تقاضا پیدا ہوتا مگر جب قوم میں اصلاح ناپذیری کی حد کو پہنچ گئی ہوں۔ کوئی ابتلاء اور کوئی مصیبت راہ راست پر نہیں لا سکتی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے طرز فکر و عمل کا جائزہ لیکر بہترین نتائج پیدا کرنے کے لئے جدوجہد کریں لیکن یقین کے بغیر کوئی جدوجہد نہیں کی جا سکتی۔ جن موثرات کو بنا پر ہم بے یقینی کے اس درجے کو پہنچے ہیں ان میں سب سے اہم ہماری فکری بنیادوں کا کھوکھلا پن ہے جو ہماری زندگی کے اسلامی نمونے پر ڈھلنے میں حائل رہا ہے۔ وہ مواقع جنہوں نے ہماری زندگی کو اسلامی نمونے پر نہ ڈھلنے دیا نظری اور عملی دو طرح کے تھے آپ ﷺ نے سیاست کا ایسا نظام قائم کیا کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ نے بھائی چارہ، عدل و انصاف، برابری، حقوق کو قائم کیا. یہودیوں کو مذہبی آزادی دی. قاتلوں کو سزا اور مظلوموں کو انصاف فراہم کیا اور مذہب معاشرت' معیشت' اخلاق' سیاست اور دینی اور لادینی دونوں طرز کی تعلیم میں موجود تھے[10]۔

قرآن پاک میں ایسی متعدد آیات ہیں جو سیاست کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں بلکہ قرآن کا بیشتر حصہ سیاست پر مشتمل ہے مثلاً عدل و انصاف، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مظلوموں سے اظہار حمایت و ہمدردی، ظالم و ظلم سے نفرت، اور اس کے علاوہ انبیا اولیا کا انداز سیاست بھی قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

---

[6] النحل 90:16
[7] النساء -58:4

[9] القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح للمسلم، رقم الحدیث 1333، ج2، ص968۔

[10] فاروقی، برہان احمد، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، ناشر: علم و عرفان، لاہور صفحہ نمبر 303،، اپریل 2010۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا سیاسی نظام اور اس کا اہم پہلو مدینہ منورہ سے شروع ہوتا ہے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد قومی، سماجی اور بین الاقوامی ترقی اور امن وامان کے قیام کے لیے مہاجرین وانصار، مشرکین مدینہ اور اطراف مدینہ اور دیگر قبائل عرب بشمول کو مد نظر رکھتے ہوئے تقریباً53 نکات پر مشتمل ایک آئین تیار کیا گیا جو میثاق مدینہ (دستور مدینہ) کے نام سے موسوم ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ایک بہترین دور تھا جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساڑھے دس سال دور خلافت میں اسلامی ریاست ایران، بلوچستان، خراسان سے طرابلس تک پھیل گئی اور تقریباً22 لاکھ پندرہ ہزار مربع میل تک اسلام کا دامن وسیع ہو گیا، جو تاریخ انسانیت میں اس مدت میں ایک ریکارڈ ہے، آپ نے خلافت میں ایک ہزار سے زائد شہر فتح فرمائے اور زمین پر عدل وانصاف راستی اور دیانت داری کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔

ایک طرف مخلوق خدا کے دلوں میں حق پرستی اور پاک بازی پیدا فرمائی تو دوسری طرف ایسا فلاحی نظام قائم کیا کہ ہر شخص کی تمام بنیادی ضرورتیں پوری کیں، حتیٰ کہ جانوروں کے تحفظ کے لیے قوانین واضح فرمائے اور فرمایا کہ اگر دریائے نیل کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر جائے تو اس کا ذمہ دار عمر ہو گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک بار مسجد میں خطبہ دے رہے تھے ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا عمر ہم اس وقت تک خطبہ نہیں سنیں گے جب تک آپ یہ نہ وضاحت فرمائے کہ آپ کے پاس ہم لوگوں سے زائد کپڑے کیسے ہو گئے؟ اگر آپ نے برابر تقسیم کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میرا اللہ گواہ ہے یہ میرا بیٹا عبد اللہ آپ کے سامنے ہے آپ اس سے معلوم کر سکتے ہیں دراصل جو کپڑے ملے تھے وہ مجھے نہیں آرہے تھے اس لیے میں نے اپنے بیٹے کے بھی کپڑے کو ملا کر ایک بنایا ہے۔

اس وقت رعایا کو اتنا حق حاصل تھا کہ وہ بناڈرے خلیفہ سے سوال کر سکیں اور خلیفہ پر لازم تھا کہ وہ اس کی وضاحت کرے۔ کاش کہ آج کے حکمران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کو سامنے رکھ کر حکومت کریں تو پوری دنیا سے ظلم وجبر ختم ہو جائے اور انصاف کا بول بالا ہو جائے۔

پاکستان اور دو قومی نظریہ:

اسلام کے نام پر حاصل ہوا ہے، اس کا آئین بھی اسلامی اساس پر مبنی ہے، دو قومی نظریہ اس ملک کی روح ہے، اس بنا پر پاکستان کے بعض نظریاتی بہی خواہ یہ کہتے ہیں کہ اس خطے میں خالص اسلامی اقدار ہی فروغ پا سکتی ہیں، یہاں اسلام اور اہل اسلام کے علاوہ کسی اور نظریہیا صاحب نظریہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے اور پاکستان کے مبینہ نظریاتی تشخص کے تناظر میں درست مانی بھی جا سکتی ہے۔ مگر پاکستان کی ریاستی تشکیل کے بعد پاکستان کے مبینہ نظریاتی تشخص کے علاوہ کچھ اور اُمور بھی سامنے آئے ہیں، جنہیں پاکستان کی نظریاتی، آئینی اور جغرافیائی حیثیت کے بیان کے ضمن میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور وہ اُمور درج ذیل ہیں:

پاکستان بلاشبہ اسلامی ملک ہے:

یہاں قرآن وسنت کو آئینی طور پر بالادستی حاصل ہے، مگر ساتھ ساتھ یہ جمہوری ملک بھی ہے، ہر جمہوری ملک میں جملہ رعایا کو مساویانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں، ایسے ملک میں کسی بھی قسم کے علاقائی، لسانی، نسلی اور مذہبی امتیاز وبرتری کا حق نہیں جتلایا جا سکتا۔ دنیا میں جو بھی مسلم یا غیر مسلم ممالک اس جمہوری نظام کے زیر اثر 'مملکتی امور چلا رہے ہیں، وہ اس جمہوری اصول کے پابند ہیں۔

موجودہ دور میں حکمرانوں اور سیاست دانوں نے سیاست کو ایک ایسی شناخت دے رکھی ہے اور اس کو اپنے مقصد اصلی سے اتنا دور کر دیا ہے کہ انسان سیاست کا نام سنتے ہی اپنے ذہن وفکر میں ایک ایسے برے سیاست داں کا تصور کر لیتا ہے جو جھوٹ، وعدہ خلافی، الزام تراشی، دھوکا دہی پر مبنی ہو اور جس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوں، جو اپنے مفاد کے لیے انسانیت کا گلا گھوٹتا ہو، جو ذات پات، مذہب وغیرہ کا نام لے کر دنگے کرواتا ہو، جو کسی بھی شخص پر اپنے طاقت کے بل بوتے ظلم کرتا ہو اور جو ناجائز طریقے سے پیسے کی اصولی کرتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایسی سیاست کو دیکھنے کے بعد انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اسلام کا سیاست سے کیا تعلق ہے؟ اور اسلام سیاست کی اجازت کیوں دے گا؟ یاد رکھیں اسلام کا ایسی گندی سیاست سے کوئی تعلق نہیں. لیکن اسلام اور سیاست ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں کیوں کہ اسلام نے نہ صرف انسان کی انفرادی زندگی میں رہ نمائی فرمائی ہے بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی اس کا گہرا اثر باقی ہے۔

اسلام نظام حیات:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

اسلام ایک نظام حیات ہے اور وہ انسان کے ہر گوشے اور ہر محاذ پر اس کی ہدایت و رہنمائی کرتا آیا ہے، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے ہو، معاشیات سے ہو یا سماجیات سے ہو، یا پھر اس کا تعلق سیاسیات سے ہو وہ زندگی کے ہر پہلو پر راہ دکھاتا ہے۔ اسلام میں سیاست اس فعل کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے سے لوگ اصلاح کے قریب اور فتنہ وفساد سے دور ہو جائیں۔ قرآن میں سیاست کے معنیٰ حاکم کا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرنا، معاشرے کو ظلم و ستم سے نجات دلانا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا(برائی سے روکنا اور نیکی کی رغبت دلانا)اور رشوت وغیرہ کو ممنوع قرار دینا ہے.

اسلامی قانون

اسلامی قانون میں جو جامعیت، ابدیت، معنویت، زندگی، نفاست وحس اور ہر دور کے حالات پر اس کی تطبیقی صلاحیت پائی جاتی ہے وہ دنیا کے کسی قانون میں نہیں ہے اسی لئے ہر زمان ومکان میں اسی کو قیادت کا حق بنتا ہے۔ اسلامی قانون کے اس امتیاز کو درج ذیل عنوانات کے تحت سمجھا جا سکتا ہے۔

قانونی حیثیت:

سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ انسانی قانون کی توثیق و تصدیق انسانی جماعت یا انسانی عدالت کرتی ہے اس کے بغیر وہ قانون بن ہی نہیں سکتا، جبکہ اسلامی قانون کی تصدیق خود رب کائنات کرتا ہے، دنیا کی عدالت اس کو مانے یا نہ مانے اس کی قانونی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تقدیس کا پہلو:

انسانی قانون اپنے لئے کوئی تقدیس کا پہلو نہیں رکھتا، یہ لوگوں کے جسموں پر حکومت کرتا ہے دلوں پر نہیں، جبکہ اسلامی قانون اپنے ماننے والوں کے نزدیک ایک مقدس و محترم قانون ہے، یہ انسانوں کے لئے خدا کا عطیہ ہے، اس طرح یہ جسموں کے ساتھ دلوں پر بھی حکومت کرتا ہے اور سوسائٹی کے ظاہر و باطن دونوں سے بحث کرتا ہے۔

مثبت و منفی فرق:

انسانی قانون کی تعمیر عموماً منفی بنیادوں پر ہوئی ہے، یہ اکثر رد عمل کے نتیجہ میں وجود پذیر ہوتا ہے، اسی لئے افراد کی تعمیر، اخلاقیات، تزکیۂ نفس اور تطہیر و تربیت کے ابواب میں یہ کوئی رہنمائی نہیں کرتا، جبکہ اسلامی قانون زیادہ تر مثبت اصولوں پر چلتا ہے، اور اعمال سے زیادہ اسباب و محرکات پر نگاہ رکھتا ہے اور اسی کی روشنی میں یہ قانون سازی کرتا ہے۔

قانونی معنویت:

انسانی قانون کی بنیاد محض خاندانی رسوم و روایات اور علاقائی عرف وعادات پر ہے اس لئے اس میں تعصبات وتنگ نظری کی تمام آلودگیاں موجود ہیں اس میں علمی اور فلسفیانہ بنیادوں کی آمیزش نہیں ہے، جبکہ اسلامی قانون کی بنیاد روز اوّل ہی سے انسانی فطرت اور ہدایت الٰہی پر ہے، یہ ابتدا ہی سے عالمگیر اور فلسفیانہ بنیادوں پر تعمیر ہوا ہے، انسانی قانون ہزاروں سال کے ارتقاء کے بعد جس منزل پر پہنچے گا اسلامی قانون کا پہلا قدم ہی وہاں سے اٹھا ہے۔

قانونی وحدت:

قانون میں وحدت و یکسانیت بھی ایک ضروری چیز ہے انسانی قانون میں اصل کے لحاظ سے وحدت و یکسانیت موجود نہیں ہے اس لئے کہ اس کے سرمایے میں خاندانی روایات اور قومی عرف وعادات کا بڑا حصہ ہے جو ہر علاقہ اور خاندان کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں... جبکہ اسلامی قانون شروع سے وحدت کے اصول پر قائم ہے اس

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

لئے کہ اس کی بنیاد رسم وروایات کے بجائے ہدایت الٰہی پر ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کے قوانین ایک ہی وحدت کے ساتھ وابستہ ہیں، خود قرآن اس کی شہادت دیتا ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ أن أقیموا الدین ولا تفرقوا فیہ[11]

ترجمہ: تمہارے لئے بھی اسی دین کو مشروع کیا ہے جس کی تعلیم نوح کو دی تھی اور اے پیغمبر! یہ بھی جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی ہے اور یہی دین ہے جس کی تعلیم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دی تھی کہ اس دین کو قائم کریں اور اس میں اختلاف نہ کریں۔

سرچشمۂ قانون:

اسی طرح انسانی قانون چند انسانی ذہنوں کی پیداوار ہے جبکہ اسلامی قانون خود خالق کائنات کا دیا ہوا عطیہ ہے اور آج اس حقیقت کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں کہ انسان کبھی خود اپنے لئے قانون مرتب نہیں کرسکتا، اس لئے کہ انسان محدود علم واحساس رکھتا ہے وہ کروڑوں انسانوں کی نفسیات کا قدر مشترک معلوم نہیں کرسکتا اور تمام لوگوں کے احساسات وطبائع کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانون سازی ہرگز نہیں کرسکتا، قانون خواہ کتنے ہی اخلاص کے ساتھ بنایا جائے مگر اس میں طبعی میلانات اور ذاتی رجحانات کا اثر ناگزیر طور پر آئے گا... اس لئے قانون سازی کا حق صرف خالق کائنات کو ہے۔

نفاذ کی قوت:

انسانی قانون قوت نفاذ کے لحاظ سے بھی کمزور واقع ہوا ہے اسے اپنے افراد پر مکمل قابو نہیں ہوتا اور نہ تنہا قانون جرائم کے انسداد کے لئے کافی ہوتا ہے اس کو اپنے کسی بھی قانون کے عملی نفاذ کے لئے مضبوط مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے اس قانون میں مجرمین کے بچ نکلنے کے بہت سے امکانات موجود ہوتے ہیں۔

اس کے برخلاف اسلامی قانون کا آغاز ہی فکر آخرت اور حلال وحرام کے احساس سے ہوتا ہے وہ انسانی ضمیر کی تربیت کرتا ہے اور اس کے ظاہر وباطن کو قانون کیلئے تیار کرتا ہے، وہ اپنے ہر شہری کے دل ودماغ میں یہ احساس راسخ کرتا ہے کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ.[12] ترجمہ: "تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی متعلقہ ذمہ داری کے بارے میں بازپرس ہوگی۔"

انسانی قانون نہ صرف یہ کہ نگرانی اور حق پرستی کی اس عظیم قوت سے محروم ہے بلکہ اس کا تصور بھی اس کے دامن خیال میں نہیں ہے۔

اسلامی قانون میں انسانی مصالح کی رعایت:

اسلامی قانون کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں انسانی مصالح کو قانونی اساس کا درجہ حاصل ہے انسانی مصالح سے مراد پانچ امور ہیں، جان، دین، نسل، عقل، اور مال، ان پانچوں چیزوں کی حفاظت سے متعلق تمام چیزیں مصالح انسانی میں داخل ہیں، دین ودنیا کے معاملات کا مدار انہی پر ہے اور انہی کے ذریعہ فرد اور جماعت کے جملہ مسائل کی نگرانی ہوتی ہے، تفصیل کیلئے مذکورہ بالا کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ آج دنیا کو پھر اسی قانون کی ضرورت ہے

---

[11] الشوریٰ 42:13

[12] القشری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح للمسلم، باب طلب الامارۃ الحرص علیہا، رقم الحدیث 1202

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

مذکورہ بالا وجوہات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ انسانی دنیا کی رہنمائی آج بھی اسلامی قانون ہی کے ذریعہ ممکن ہے، اسلام ایک مکمل دین اور مکمل قانون ہے یہ ساری انسانیت کیلئے ایک فطری قانون ہے...

صدیوں سے انسان قانون سازی کے میدان میں کوشش کر رہا ہے اگرچہ اس میں الٰہی قوانین سے بڑی حد تک استفادہ کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود ابھی تک کوئی ایسا مکمل قانون وضع نہ کیا جاسکا جس کو ناقابل ترمیم قرار دیا جائے اور انسانی جذبات وافعال کا مکمل آئینہ دار اس کو کہا جاسکے... یہ صرف قانون اسلامی ہے جو اپنے کو کامل و مکمل بھی کہتا ہے اور ناقابل تنسیخ بھی قرار دیتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً[13]

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا"

قرآن ایسے اصول وکلیات سے بحث کرتا ہے جن پر ہر زمانہ اور ہر خطہ میں پیش آنے والی جزئیات کو منطبق کیا جاسکتا ہے اور ہر دور کے حالات وواقعات میں قرآنی نظائر وامثال سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، قرآن کا یہ دعویٰ واقعات وتجربات کی روشنی میں بالکل درست ہے۔ آج جب کہ پوری دنیا یہ عزم کرتی ہے سوچتی ہے کہ ظلم وجبر کو ختم کیا جائے، لہٰذا اس کے لئے ضروری ہے کہ جرائم کو روکا جائے اور معاشرے میں امن کو بحال کیا جائے اور امن قائم کرنا انصاف کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لیے معاشرے میں امن بحال کرنے کے لیے انصاف بہت مضبوط کرنا ہوگا۔ دنیا آج کرائم کو ختم کرنے کے لیے جرائم کی نشاندہی کر رہی ہے. تو اس سے ظالموں کی طاقتوں میں اور اضافہ ہو رہا ہے ان کی ہمت وجراءت کو بڑھاوا مل رہا ہے کیوں کہ ان کرائم وجرائم کرنے والوں کے پشت پر کچھ گندے سیاست دانوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر حکومت کرائم کو واضح نہ کر کے انصاف کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے سزا کو واضح کرے تو مجرم اس سے سبق سیکھیں گے ان کی ہمتیں پست ہوں گی اور کافی حد تک کرپشن کا خاتمہ ہوگا اور معاشرے میں امن وامان قائم ہوگا۔ پاکستان میں سیاست دانوں کو چاہئے کہ وہ اسلامی سیاسی نظام کو عمل میں لائیں اور ریاستِ مدینہ، خلفائے راشدین کی طرز سیاست اپنائیں تو ہمارا معاشرہ ترقی کے راہ پر گامزن ہوگا اور عوام خوش ہوسکتی ہے۔

نتیجہ بحث:

- اسلام ایک نظام حیات ہے اور وہ انسان کے ہر گوشے اور ہر محاذ پر اس کی ہدایت ورہنمائی کرتا آیا ہے، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے ہو، معاشیات سے ہو یا سماجیات سے ہو، یا پھر اس کا تعلق سیاسیات سے ہو وہ زندگی کے ہر پہلو پر راہ دکھاتا ہے۔
- اسلام میں سیاست اس فعل کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے سے لوگ اصلاح کے قریب اور فتنہ وفساد سے دور ہو جائیں۔ قرآن میں سیاست کے معنیٰ حاکم کا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرنا، معاشرے کو ظلم وستم سے نجات دلانا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا (برائی سے روکنا اور نیکی کی رغبت دلانا) اور رشوت وغیرہ کو ممنوع قرار دینا ہے. آپ ﷺ نے سیاست کا ایسا نظام قائم کیا کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکی۔
- آپ ﷺ نے بھائی چارہ، عدل وانصاف، برابری، حقوق کو قائم کیا. یہودیوں کو مذہبی آزادی دی. قاتلوں کو سزا اور مظلوموں کو انصاف فراہم کیا۔
- عصر حاضر میں پاکستان کے حکمرانوں اور سیاست دانوں نے سیاست کو ایک ایسی شناخت دے رکھی ہے اور اس کو اپنے مقصد اصلی سے اتنا دور کر دیا ہے کہ انسان سیاست کا نام سنتے ہی اپنے ذہن وفکر میں ایک ایسے برے سیاست داں کا تصور کر لیتا ہے جو جھوٹ، وعدہ خلافی، الزام تراشی، دھوکا دہی پر مبنی ہو اور جس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوں، جو اپنے مفاد کے لیے انسانیت کا گلا گھوٹتا ہو، جو ذات پات، مذہب وغیرہ کا نام لے کر دنگے کرواتا ہو، جو کسی بھی شخص پر اپنے طاقت کے بل بوتے ظلم کرتا ہو اور جو ناجائز طریقے سے پیسے کی اصولی کرتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایسی سیاست کو دیکھنے کے بعد انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اسلام کا

---

[13] مائدۃ-3:5

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1, 2024

سیاست سے کیا تعلق ہے؟ اور اسلام سیاست کی اجازت کیوں دے گا؟ یاد رکھیں اسلام کا ایسی گندی سیاست سے کوئی تعلق نہیں. لیکن اسلام اور سیاست ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں کیوں کہ اسلام نے نہ صرف انسان کی انفرادی زندگی میں رہ نمائی فرمائی ہے بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی اس کا گہرا اثر باقی ہے۔